Fikr-o-Nasar (Islamabad) 21:5 (1983)

اُندلس میں تذکرہ نگاری

طفیل ہاشمی

اندلس میں مسلمانوں نے اپنے دورِ اقتدار (۷۱۰ء - ۱۴۹۲ء) میں جن علمی موضوعات پر خصوصی توجہ دی ان میں تذکرہ نگاری کا فن سرِ فہرست ہے۔ تراجمِ علماء، معاجمِ اعلام اور فہارس کتب پر بکثرت کتابیں تصنیف کی گئیں۔ اس نوع کی تالیفات کی کثرت اور شیوع سے اندازہ ہوتا ہے کہ اندلس میں شرحِ تعلیم کتنی بلند اور علمی معیار کس قدر اونچا تھا کہ ایک ایک فرعِ علم کے مشاہیر علماء و فضلاء کے معاجم تیار کئے گئے۔ اور یہ معاجم ایسے تاریخی معلومات سے لبریز تھے جن کی ضرورت آج تک روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔

اندلس میں مختلف اصناف کے معاجم مدون کئے گئے مثلاً

۱۔ معاجم خاصہ : جو کسی ایک فرعِ علم یا شعبۂ حیات سے تعلق رکھنے والے اعلام کے تراجم پر مشتمل تھے۔ پہلے پہل اسی نوع کی کتب منصۂ شہود پر آئیں جن میں ابو عبداللہ محمد بن الحارث الخشنی کی تاریخ قضاۃ قرطبہ اور ابن عبدالبر کی معجم اعلام الفقہاء کو بہت اہمیت حاصل ہوئی۔ ان کے علاوہ زہاد، صوفیاء، کتّاب، محدثین اور فقہاء وغیرہ کے الگ الگ تراجم مرتب کئے گئے۔ نیز بعض خاص علاقوں میں پیدا ہونے والے علماء کے الگ الگ تذکرے مدون کئے گئے۔

۲۔ تراجم عامہ : جو علم کی ہر شاخ میں تخصص رکھنے والے علماء کے تراجم پر مشتمل تھے۔ اس نوع

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

میں ابوالولید عبداللہ بن محمد ابن الفرضی، ابومحمد عبداللہ بن ابراہیم الحجاری، ابوالقاسم خلف بن عبدالملک ابن بشکوال، ابوجعفر احمد بن یحییٰ الضبی، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ ابن الابار اور ابراہیم بن علی ابن فرحون کی تصانیف نمائندہ حیثیت کی حامل ہیں۔

۴۔ فہارس کتب: فہارس کتب میں فہرسہ ابن خیر قابلِ ذکر کتاب مرتب کی گئی۔

ابوعبداللہ الخشنی

تراجم خاصہ کے معاجم کے مؤلفین میں اہم ترین شخصیت ابوعبداللہ محمد بن الحارث بن اسد الخشنی القیروانی کی ہے۔ اس نے قیروان میں علوم شرعیہ کی تعلیم حاصل کی۔ ۳۱۱ھ/۹۲۳ء میں اس نے اندلس کا رُخ کیا اور وہاں قاسم بن اصبغ اور محمد بن عبدالملک بن ایمن سے فقہ کی تعلیم حاصل کی اور اس میں اتنی مہارت بہم پہنچائی کہ ابن الفرضی لکھتا ہے:

کان حافظا للفقه، عالما بالفتیا، حسن القیاس[1]۔

تعلیم کی تکمیل کے بعد خلیفہ الحکم ثانی (۹۶۱ - ۹۷۶ء) کی خدمت میں آیا جس نے اسے بجانہ میں والیٔ مواریث مقرر کر دیا۔ الخشنی نے خلیفہ کے لئے فقہاء اور محدثین کے حالات پر متعدد کتابیں لکھیں لیکن اس کی شہرت کا باعث "تاریخ قضاۃ قرطبہ" تھی جس میں اس نے فتح اسلامی (۹۱ھ/۷۱۰ء) سے لے کر ۳۵۷ھ/۹۶۸ء تک قضاۃ کے احوال بیان کئے[2]۔ الحکم ثانی کی وفات کے بعد الخشنی کی معاشی حالت بہتر نہ رہی چنانچہ ضروریاتِ زندگی کے حصول کے لئے عطر فروشی کے کاروبار پر مجبور ہوا اور بالآخر صفر ۳۶۱ھ/اگست ۹۷۱ء میں قرطبہ میں فوت ہوا[3]۔

الخشنی کی مذکورہ کتاب سے جو اس نے غالباً الحکم ثانی کے اشارہ پر لکھی ہوگی فتح اسلامی سے لے کر الحکم ثانی کے دور تک کی اندلس کی معاشرتی اور اجتماعی زندگی کے بارے میں اہم معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ اس کے مآخذ میں ایک تو وہ سرکاری دستاویزات تھیں جو دیوان الخلافہ میں

محفوظ تھیں۔ دوسرے قضاۃ کے رجسٹر اور بعض افراد کی ذاتی یادداشتیں تھیں۔ ان کے علاوہ اس نے متعدد کتب سے بھی استفادہ کیا ہے جن کی طرف اس نے کئی مقامات پر مبہم اشارات کئے ہیں۔ نیز ان حکایات و روایات سے جو اہل قرطبہ کے مختلف طبقات میں نقل ہوتی آرہی تھیں مثلاً قصر خلافت اور امراء و روساء کے گھروں میں اور علماء فقہا اور ادباء کے حلقہ ہائے درس و تدریس میں اور مجالس، محفلوں اور شاہراہوں پر بیان کرنے والے قصہ گو افراد سے، سیاسی اور اجتماعی نظام سے برگشتہ لوگوں سے، علماء دین اور متقی اشخاص پر تنقید کرنے والوں سے اور مقامی زبان کے واقعات کے عربی تراجم سے اس نے اپنی کتاب کے لئے مواد حاصل کیا اور اپنی طرف سے اس میں بہت کم اضافہ کیا۔

خولیان ریبرا کے مطابق الخشنی نے اپنی کتاب میں دقت نظر اور نقد اخبار کا زیادہ اہتمام نہیں کیا۔ بلکہ بعض موضوع روایات بھی قبول کرلیں جس کی ایک مثال قرطبہ کے پہلے تین قضاۃ کا تذکرہ ہے[۴]۔ لیکن یہ بات کتاب کے پہلے حصہ پر زیادہ صادق آتی ہے کیوں کہ اس حصہ میں اس نے عصور اولیٰ کے واقعات و حوادث بیان کئے ہیں جن کی صحت پرکھنے کے لئے اس کے پاس کوئی کسوٹی نہیں تھی نتیجۃً اس نے مالکی علماء اور مذاہب منحرفہ کے حاملین دونوں سے برابر روایات قبول کرلیں۔ چونکہ وہ اجنبی تھا اس لئے اس نے بعض ایسی روایات بھی بسہولت قبول کرلیں جو منحرفین نے سیاسی اغراض کے لئے وضع کی تھیں اور اندلس کے دیگر تذکرہ نگاروں نے انہیں قبول نہیں کیا۔

الخشنی نے تذکرہ نگاری کو اس کا فطری مقام دیا اور کسی موقعہ پر بھی خوارق، غیر طبعی عوامل، دینی نزاعات اور سیاسی و قومی تعصبات کی دراندازی گوارا نہیں کی۔ الحکم ثانی کا احترام اسے ان امور کے ذکر سے باز نہیں رکھ سکا جو اموی خاندان کے لئے موجب عار تھے۔ کتاب ادبی اسلوب کی حامل نہیں ہے البتہ اسباب و وقوع حوادث کے اعتبار سے اہمیت کی حامل ہے۔ الخشنی کی کتاب ہمیں عصر امارت کے قرطبہ کے دل میں پہنچا دیتی ہے جہاں واقعات اپنے حقیقی

قالب میں رونما ہوتے ہیں۔ عام واقعات کا بیان اور عدم تکلف کا انداز اس دور کے اندلس کے مظاہر اجتماعی کی عکاسی کرتا ہے۔ یہ اس کتاب کا ایسا پہلو ہے جس کی طرف کسی دوسری کتاب میں توجہ نہیں دی گئی۔

الخشنی نے اس کتاب میں اندلس میں نظام قضاء پر تفصیلاً روشنی ڈالی ہے۔ قضاۃ کی صفات عقلیہ و خلقیہ ان کی قومیتوں (عرب، مولدین، بربر)، ان کے مشاہروں، فیصلہ کرنے کے طریق کار اور منصب قضاء کی اہمیت و وقعت اور ان امور کا دوسرے بلاد اسلامی کے قضاۃ کے ساتھ تقابلی جائزہ پیش کیا۔[۵]

ابن عبدالبر

اندلس میں لکھے جانے والے قدیم ترین تراجم میں ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن محمد ابن عبدالبر النمری مولی بنی امیہ (۳۶۸ - ۴۶۳ھ/۹۷۸ - ۱۰۷۰ء) کی تالیفات ہیں اس نے فقہاء قرطبہ پر ایک کتاب لکھی جو الضبی کا ماخذ ہے۔[۶] ابن عبدالبر نام کا ایک اور مصنف گزرا ہے لیکن اس کی نسبت کشکیناتی ہے۔[۷] یہ ۳۴۱ھ/۹۵۲ء میں فوت ہوا۔ اس نے "الفقہاء والقضاۃ لقرطبہ والاندلس" کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی۔

ابن الفرضی

کتب تراجم کے حقیقی نمونے بعد کے مصنفین کے ہاں ملتے ہیں جنہوں نے اس صنف کو اپنی بہترین صلاحیتوں کا ہدف بنایا۔ ان میں سے ابو الولید عبداللہ بن محمد بن یوسف بن نصر الازدی ابن الفرضی (۳۵۱ - ۴۰۳ھ/ ۹۶۲ - ۱۰۱۲ء) قرطبہ کا رہنے والا تھا۔ فقیہ، محدث اور خطیب تھا۔ اس نے کتابوں کا بہت بڑا ذخیرہ جمع کیا تھا۔ اس نے حج بیت اللہ کے دوران خانہ کعبہ کا پردہ تھام کر شہادۃ فی سبیل اللہ کی دعا مانگی جو قبول ہوئی اور وہ بربر کے ہاتھوں، شوال ۴۰۳ھ/۲۰ اپریل ۱۰۱۲ء کو قرطبہ میں اس وقت شہید

ہو گیا جب کہ بربر اس کے گھر میں زبردستی گھس گئے اور تمام گھر والوں کو بے رحمی سے قتل کر کے سب کچھ لوٹ لیا۔ تین روز بعد ابن الفرضی کی متعفن لاش بغیر غسل، کفن اور نماز جنازہ کے ایک ویران قبرستان میں سپرد خاک کر دی گئی۔[8]

ابن الفرضی شاعر بھی تھا اور اس کے اشعار کا خصوصی موضوع زہد و قناعت اور دینی رجحانات تھے۔[9] اس نے اخبار شعراء الاندلس کے نام سے اندلس کے شعراء کے حالات پر ایک کتاب مرتب کی تھی[10] لیکن اس کی شہرت کی اصل وجہ اس کی معجم اعلام ہے جو تاریخ العلماء والرواۃ للعلم بالاندلس کے نام سے مشہور ہے۔[11]

معاجم رجال عامہ میں یہ قدیم ترین کتاب ہے جو ہمارے پاس موجود ہے۔ اس کتاب کی تدوین میں مصنف نے انتہائی دقت و صحت کا التزام کیا ہے۔ وہ خود لکھتا ہے کہ میں نے کئی کتب تاریخ کی مراجعت کی اور مختلف لوگوں کی قبور کی نشان دہی کے بعد جب مجھے یقین ہو گیا تو میں نے اپنی مصدقہ معلومات اس کتاب میں درج کی ہیں۔ کئی ایک مقامات پر اس نے صراحت کی ہے کہ اسے قابل اطمینان معلومات حاصل نہیں ہو سکیں۔

ابن الفرضی کے ایک شاگرد ابو بکر محمد بن احمد بن محمد بن مہلب (م ۴۵۰ھ/۱۰۵۸ء) نے ابن الفرضی کی تاریخ کا ذیل تحریر کیا جس کا نام "تعلیق علی تاریخ ابن الفرضی واستلحاق" رکھا۔[12] اور رشید الدین محمد بن ابراہیم الوطواط (م ۷۱۸ھ/۱۳۱۸ء) نے ابن الفرضی کی تاریخ شعراء الاندلس کا تکملہ "درر الغرر فی شعراء الاندلس" کے نام سے لکھا۔[13]

اس انداز کے معاجم رجال میں ایک اور کتاب ابو عامر محمد بن یحیی بن محمد خلیفہ ابن ینق الشاطبی (۴۶۲-۵۴۷ھ/۱۰۶۹-۱۱۳۲) کی تصنیف کتاب فی ملوک الاندلس والاعیان والشعراء بہا ہے۔[14] ابن ابار تکملہ میں لکھتا ہے کہ:

ابوعامر نے عربی زبان وادب اور عروض کی طرف زیادہ توجہ دی اور شعر اور نثر نگاری میں بلاغت کی انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ ابوالعلاء ابن زہر کے پاس گیا اور مدت تک اس کے پاس رہ کر طب کی تعلیم حاصل کی۔[15]

الحجاری

ابومحمد عبداللہ بن ابراہیم بن وزمر الحجاری الصنہاجی (۴۹۹-۵۴۹ھ/۱۱۰۶-۱۱۵۵ء) وادی الحجارہ میں پیدا ہوا اور وہیں پروان چڑھا۔ جب وادی الحجارۃ پر الفونسو سادس کا قبضہ ہوگیا تو وہاں سے خلب چلا گیا پھر وہاں سے قلعہ یحصب گیا اور اس کے والی عبدالملک بن سعید کے پاس ٹھہرا رہا پھر وہاں سے ابن ہود کے پاس جانے کے لئے روطہ روانہ ہوا اور وہاں امیر احمد بن عماد الدولۃ بن ہود کے زیر سایہ خاصا عرصہ رہا۔[16]

الحجاری نے ان امراء کی شان میں بے شمار مدحیہ قصائد بھی کہے جن کے سایہ عاطفت میں وہ رہتا رہا لیکن اس نے تاریخ میں چھ جلدوں میں ایک کتاب "المسہب فی غرائب المغرب" لکھی جس میں اہل مغرب واندلس کے فضائل اور فتح اسلامی سے لے کر ۵۲۹/۱۱۳۵ء تک کے علماء وفضلاء کے تراجم بمع نمونۂ کلام اور تاریخی وجغرافیائی معلومات مرتب کئے۔ بنو سعید نے اسی کتاب کو آخری شکل دے کر "المغرب فی حلی المغرب" کا نام دیا اور المقری نے نفح الطیب کی تالیف میں اس سے بھرپور استفادہ کیا۔[17]

ابن بشکوال

ابن بشکوال ابوالقاسم خلف بن عبدالملک بن مسعود (۴۹۴-۵۷۸/۱۱۰۰-۱۱۸۲ء) قرطبہ میں پیدا ہوا۔ اس نے بڑے بڑے شیوخ اور اساتذہ سے استفادہ کیا جن میں ابن رشد بھی شامل ہے۔ اور مختلف اساتذہ سے چار سو سے زائد چھوٹی بڑی کتابیں روایت کیں۔ اس نے اپنے آپ کو تعلیم وتدریس کے لئے وقف کردیا تھا۔

ابن بشکوال نے مختلف علوم میں تقریباً پچاس کتابیں تصنیف کیں جن میں اہم ترین کتاب "الصلۃ" ہے جو ابن الفرضی کی تاریخ علماء الاندلس کا تکملہ ہے۔ ابن بشکوال نے اس میں اندلس کے ائمہ محدثین فقہا اور ادبا کے حالات قلم بند کئے۔[18]

ابن ابار اس کے بارے میں لکھتا ہے:

"معاجم تراجم میں وہ ذروۂ کمال کو پہنچا ہوا تھا۔ اس فن میں کوئی اس کا شریک و سہیم نہ تھا سب اس کی سبقت اور برتری کو تسلیم کرتے تھے اور اس سے استفادہ کرتے تھے حتیٰ کہ ابن بشکوال کے استاذ ابو العباس الحرلیف الزاہد نے بھی اس سے استفادہ کیا۔ اس کی کتاب انتہائی مفید اور بلند قیمت ہے جس کے استعمال کے بغیر اہل علم کو کوئی چارۂ کار نہیں ہے۔"[19]

ابن بشکوال نے کتاب الصلۃ کی تدوین میں ابو بکر حسن بن مفرج بن حماد بن الحسین المعافری (۳۴۸-۴۳۰ھ/۹۵۹-۱۰۳۸ء) کی تاریخ اندلس پر اعتماد کیا اور المعافری نے ایک دوسرے مصنف ابن عفیف ابو عمر احمد بن محمد (۳۴۸-۴۲۰ھ/۹۵۹-۱۰۲۸ء) کی کتاب الاحتفال فی تاریخ اعلام الرجال فی اخبار الخلفاء والقضاۃ والفقہاء سے مواد لیا۔ ابن بشکوال کے مصادر میں ابو عمر بن مہدی (م ۴۳۲ھ/۱۰۴۰ء) کی معجم الرجال اور ابن زروقہ ابو عبد اللہ محمد بن ابراہیم (م ۴۳۵/۱۰۴۳) کی دو کتابیں جو ادب و تاریخ سے متعلق تھیں اور ابن عابد ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ (م ۴۳۹/۱۰۴۷ء) کی ایک کتاب شامل ہے۔ اس کے علاوہ ابن بشکوال نے ابن خزرج الفقیہہ ابو محمد عبد اللہ بن اسماعیل بن محمد (م ۴۷۸ھ/۱۰۸۵ء) کی تاریخ فقہا طلیطلہ اور ابن مُدیر (م ۴۹۵ھ/۱۱۰۱ء) کی کتاب التاریخ اور ابو طالب عبد الجبار بن عبد اللہ بن احمد بن اصبغ المروانی (م ۵۱۶/۱۱۲۲ء) کی عیون الامامۃ و نواظر السیاسۃ سے استفادہ کیا۔

ابن بشکوال کی کتاب الصلۃ سے جو افراد رہ گئے تھے ان کے تذکرہ کے لئے کئی دیگر مؤلفین نے ابن بشکوال کے انداز پہ کتاب الصلۃ کے تکملے لکھے۔ ان میں سے ابو بکر محمد بن عبد اللہ سفیان بن سید الہ التجیبی (م ۵۵۸/۱۱۶۲ء) نے مجموع فی رجال الاندلس اور یوسف بن ابی عبد اللہ بن عبد اللہ بن سعید بن ابی زید اللری جو ابو عمر بن عیاد کے نام سے مشہور تھا طبقات الفقہاء لکھیں۔ ابن الزبیر نے ابن بشکوال کی کتاب الصلۃ کا ذیل "صلۃ الصلۃ" کے نام سے لکھا[20] اور ابو القاسم بن حبیش

عبدالرحمان بن محمد بن عبداللہ الانصاری (م ۵۸۴ھ/ ۱۱۸۸ء) جو الضبی کا استاذ تھا تتمہ لکھا۔[۲۱]

الضبی

ابو جعفر احمد بن یحییٰ بن احمد بن عامرہ (م ۵۹۹ھ/ ۱۲۰۲ء) بلش میں پیدا ہوا۔ لورقہ میں تعلیم حاصل کی اور اندلس و افریقہ کے مختلف علاقوں کی سیاحت کے بعد طویل مدت تک مرسیہ میں رہا۔ سرعت کتابت میں امتیاز رکھتا تھا حتیٰ کہ اس نے مؤطا امام مالک ایسی ضخیم کتاب آٹھ روز میں لکھ ڈالی اس نے بغیۃ الملتمس فی تاریخ رجال الاندلس[۲۲] کے نام سے ابو عبداللہ محمد بن فتوح الازدی الحمیدی (م ۴۸۸ھ/ ۱۰۹۵ء) کی جذوۃ المقتبس[۲۳] کا تکملہ لکھا۔ الحمیدی کی اغلاط کی تصحیح کی۔ الحمیدی نے جذوۃ المقتبس میں ۴۴۹/ ۱۰۵۸ء تک وفات پانے والے افراد کے تراجم لکھے لیکن اس میں بہت اغلاط تھیں۔ الضبی نے اپنی کتاب میں ۵۹۱ھ/ ۱۱۹۵ء تک کے افراد کے تراجم لکھے اور ایجاز و اختصار کو ملحوظ رکھا۔ ان افراد کا بھی ذکر کیا جو مشرق سے آ کر اندلس میں آباد ہوئے۔ الضبی کی معلومات کئی مقامات پر ابن بشکوال سے مطابقت رکھتی ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کے مصادر تاریخی بھی قابل اعتماد ہیں۔ الضبی نے اپنی کتاب کے شروع میں اندلس کی مختصر تاریخ بیان کی جس میں قاضی محمد بن علی بن حمدین اور المستنصر بن ھود کے حوالے سے جو بیانات درج کئے ہیں وہ بہت اہم ہیں۔

ابن ابار

ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ بن ابی بکر القضاعی (۵۹۴ - ۶۲۵ھ/ ۱۱۹۸ - ۱۲۳۸ء) غالباً اندلس کا سب سے بڑا معجمی تذکرہ نگار ہے۔ ابن ابار نے ابن بشکوال کی کتاب الصلۃ کا ذیل کتاب التکملہ لکتاب الصلۃ[۲۴] کے نام سے لکھا۔ ابن ابار اپنی کتاب کے بارے میں خود لکھتا ہے:

"ابن بشکوال کی کتاب میں بہت کم اغلاط تھیں جن پر میں نے اپنی اس کتاب میں متنبہ کر دیا ہے

اور جو چیز اس سے رہ گئی یا بھول گیا میں نے اس کا اندراج کر دیا ہے اور جو باتیں میرے نزدیک راجح تھیں ان کو بیان کر دیا ہے لیکن میں نے تمام اصحاب تراجم کا جو ابن بشکوال نے ذکر کئے ہیں استقصاء نہیں کیا۔ جیسا کہ اس نے ابن الفرضی کے ذکر کردہ تمام افراد کا تذکرہ نہیں کیا۔[۲۵]"

اس کی دوسری اہم تالیف "الحلۃ السیراء" ہے جو امراء، خلفاء، وزراء اور اعیانِ حکومت کے تراجم کا مجموعہ ہے۔ جس میں ان کے نمونہ ہائے کلام بھی ہیں۔ ڈوزی اس کے بارے میں لکھتا ہے:

"میں بالصراحت بلا مبالغہ یہ کہتا ہوں کہ یہ عظیم القدر کتاب ہے جو مختلف موضوعات اور بے شمار معلومات پر مشتمل ہے اور مغرب و اندلس کی تاریخ کی حیرت انگیز تصویر کشی کرتی ہے اور بہت سی ایسی معلومات بہم پہنچاتی ہے جو کسی دوسری جگہ دست یاب نہیں ہوتیں۔[۲۶]"

ابن ابار نے تراجم کا ایک دوسرا معجم "المعجم فی اصحاب القاضی الامام ابی علی الصدفی ابن سکرہ" مدون کیا[۲۷] کئی مصادر ابن ابار کی دیگر متعدد کتب کا ذکر کرتے ہیں جن کی تعداد پینتالیس کے قریب ہے لیکن وہ ضائع ہو گئیں۔ جدید ناقدین کی رائے میں ابن ابار کی تالیفات حسن و خوبی کا مرقع ہیں ڈوزی لکھتا ہے:

"ابن ابار راست گو مورخ ہے۔ اس کے پاس انتہائی اہم دستاویزات تھیں جن سے اس نے اپنی تالیفات کی تدوین میں مدد لی ہے۔ مزید برآں وہ صحیح اور قوی ناقدانہ ملکہ کا حامل اور قدیم عرب اہل قلم کے سے احساسات اور اسلوب نگارش کا مالک تھا جو اس کے معاصر مصنفین میں نادر الوجود ہے۔[۲۸]"

ابن ابار نے اپنی تالیفات میں جن مصنفین کی کتب سے استفادہ کیا ان کا اس نے متعدد مواضع پر تذکرہ کیا ہے:

۱۔ ابن حبیش (م ۵۸۴ھ/۱۱۸۹ء) استجہ کا قاضی اور مشہور محدث تھا۔

۲۔ عبیداللہ بن سفیان التجیبی (م ۵۸۹/ ۱۱۹۳ء)

۳۔ ابوعمر بن عیاد الکردی (م ۶۰۲ھ/ ۱۲۰۶ء) اس نے اپنے باپ کے شیوخ کے حالات میں ایک معجم اعلام مرتب کی تھی جو کثیر الاغلاط تھی۔

۴۔ احمد بن ہارون النفری (م ۶۰۸ھ/ ۱۲۱۲ء) شاطبہ کا رہنے والا تھا۔ ابن حبیش کا تلمیذ قوت حافظہ میں مشہور تھا۔ حدیث اور فقہ کا ماہر عالم اور زہد و ورع میں ضرب المثل تھا۔ اس نے قضاۃ شاطبہ و قرطبہ پر ایک کتاب لکھی تھی۔

۵۔ محمد بن عبدالرحمان بن علی بن محمد بن سلیمان التجیبی (م ۶۰۹ھ/ ۱۲۱۳ء) لقنت (مرسیّہ) کا رہنے والا تھا افریقہ اور مشرق کی سیاحت کرتا رہا اس نے اپنے شیوخ کے اسماء معجمی اعتبار سے جمع کئے اور ان کے حالات قلم بند کئے۔ ابن ابار لکھتا ہے:

"اس کے ہاتھ کی لکھی ہوئی یہ کتاب تونس میں ۶۴۰ھ/ ۱۲۴۲ء میں مجھے ملی اور میں نے اس سے اخذ و اقتباس کر کے اسے تکملہ میں شامل کیا۔ (۲۹)"

۶۔ ابن ابار نے حوط اللہ کے دو بیٹوں ابو محمد اور ابو سلیمان سے بھی استفادہ کیا جو دونوں محدث تھے۔

۷۔ ابوالعباس احمد بن علیشون اور ابوالقاسم محمد بن عامر بن فرقد جو ابن رشد اور ابن قزمان کے شاگرد تھے۔

۸۔ ابن الطیلسان ابوالقاسم قاسم بن محمد الاوسی (م ۶۴۲ھ/ ۱۲۴۵ء) نے تاریخ اور سیر الصالحین والزہاد پر متعدد کتابیں لکھیں۔

۹۔ الطراز الغرناطی ابوعبداللہ محمد بن سعید بن علی الانصاری (م ۶۴۵ھ/ ۱۲۴۷ء) ابن ابار اس کے ترجمہ میں لکھتا ہے:

"اس نے اپنے شیوخ کے اسماء اور ان کی روایات کی فہرست مرتب کی تھی جو مجھے تونس میں ملی اور میں نے اس سے اقتباسات لئے۔"(۳۰)

تراجم خاصہ

اندلس میں تراجم وفہارس کی بعض ایسی کتابیں بھی لکھی گئیں جو کسی ایک فن کے ماہرین کے حالات یا کسی ایک علم سے متعلق کتب کے اسماء پر مشتمل تھیں۔

احمد بن عبدالرحمان بن محمد الصقر الانصاری الخزرجی (م ۵۵۹ھ/۱۱۶۳ء) مریہ کا رہنے والا تھا۔ حافظ، محدث، فقیہ اور علوم دینیہ کا ماہر تھا۔ غرناطہ اور اشبیلیہ میں قاضی رہا۔ اس نے اندلس کے صلحاء اور زہاد کے حالات پر ایک کتاب انوار الافکار فیمن دخل جزیرۃ الاندلس من الزھاد والابرار لکھی۔(۳۱)

ابو عمر محمد بن ابی بکر بن یوسف بن عفیون الشاطبی (م ۵۸۴ھ/۱۱۸۸ء) نے ابوالحسین بن جبیر کے اشعار کا دیوان مرتب کیا اور صلحاء و زھاد کے حالات پر مشتمل ایک کتاب "کتاب فی اخبار الزھاد والعباد" مدون کی۔(۳۲)

ابوالقاسم بن الطیلسان (م ۶۴۲ھ/۱۲۴۵ء) نے مناقب میں متعدد کتابیں لکھیں جن میں "زھر البساتین ونفحات الریاحین"، اہل جزیرہ کے صلحاء و عباد کے حالات میں "غرائب اخبار المسندین ومناقب آثار المھتدین" اور "تاریخ صلحاء الاندلس (کتاب فی اخبار الصالحین بالاندلس) اور اخبار القرطبیین والبتیین عن مناقب من عرف بقرطبہ من التابعین والعلماء والصالحین شامل ہیں۔(۳۳)

ابو بکر محمد بن محمد بن الحکیم اللخمی (م ۷۴۹ھ/۱۳۴۹ء) نے اپنی کتاب "الفوائد المنتخبۃ والفرائد المستعذبہ" میں اشعار اور ادبی معلومات کے علاوہ اندلس کے صوفیاء کے حالات بھی لکھے۔ نیز اس نے ابن رشیق کی تاریخ کی تکمیل "میزان العمل" کے نام سے کی۔(۳۴)

ابن جماعۃ الکنانی نے تراجم بنویہ کی معجم مرتب کی[۳۵] اور ابوعمرو بن محمد بن عیشون بن عمر بن صباح اللخمی (م ۳۴۱ھ/۱۲۱۷ء) نے کتاب کتاب الاندلسیین تالیف کی جس سے ابن ابار نے تکملہ میں استفادہ کیا[۳۶] اسی انداز کو بعد میں او غسطین ابوعبداللہ محمد بن موسیٰ ابن یزید، عاصم بن محمد اور سکن بن سعید الاخباری نے اپنایا۔[۳۷]

قاضی ابوالفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض الیحصبی (م ۵۴۴ھ/۱۱۴۹ء) تاریخ انساب العرب نحو، لغت، صرف اور حدیث کے جید عالم تھے۔ قاضی عیاض کی تالیفات میں علمار قرطبہ کی تاریخ "اخبار القرطبیین" سبتہ کی تاریخ "العیون الستۃ فی اخبار سبتۃ" اور ترتیب المدارک فی معرفۃ اصحاب مالک لکھی جس میں مغرب واندلس کے فقہار اور علمار کا تذکرہ ہے۔ المقری نے قاضی عیاض کے بارے میں ایک ادبی تاریخی موسوعہ "ازھار الریاض فی اخبار قاضی عیاض" کے نام سے مرتب کیا۔[۳۸] قاضی عیاض نے سیرۃ النبی پر ایک مستند کتاب کتاب الشفار بتعریف حقوق المصطفیٰ" تصنیف کی۔

ابوالخطاب بن دحیہ (م ۶۳۲ھ/۱۲۳۵ء) دانیہ میں قاضی تھا۔ بعد میں مصر چلا گیا اور وہیں اقامت اختیار کر لی۔ ابن دحیہ ان علمار میں سے ہے جن کے ذریعہ مشرق کے علمار مغربی علوم سے متعارف ہوئے۔ ابن دحیہ نے کتاب النبراس فی ذکر خلفار بنی العباسؒ تصنیف کی۔[۳۹] جو ابن خلکان کے ماخذ میں سے ہے۔ اس نے شعرار اندلس و مغرب پر ایک کتاب "المطرب من اشعار اہل المغرب" تصنیف کی جس میں کسی متعین ترتیب و نسق کو ملحوظ نہیں رکھا گیا بلکہ کیف ما اتفق اشعار جمع کر دیئے۔ اس کی بیشتر کتب مغرب میں رہ گئی تھیں اور جو کچھ باقی بچ رہا وہ بحری قزاقوں نے لوٹ لیا۔ اس نے ایک اور عمدہ کتاب "کتاب الاعلام المبین فی المفاضلۃ بین اھل صفین" لکھی تھی۔[۴۰]

اشبیلیہ کے محدث ابو محمد قاسم بن محمد بن یوسف علم الدین البرزالی (م ۷۳۸ھ/۱۳۳۷ء) نے طبقات المحدثین لکھی۔ نیز ابن عساکر کی تاریخ دمشق کا ذیل لکھا جس میں ۷۳۸/۱۳۳۷ء تک کے حوادث قلم بند کئے اور اپنے شیوخ کے اسمار کا ایک معجم مرتب کیا۔(۴۱)

ابو الاصبع عیسیٰ بن محمد المورخ (م ۴۱۳ھ/۱۰۱۲ء) نے تاریخ فقہاء البیرہ لکھی تھی اسی انداز پر ابو القاسم محمد بن عبد الواحد بن ابراہیم الملاحی (م ۶۱۸/۱۲۲۲ء) نے "تاریخ علماء البیرۃ" مرتب کی اور علماء غرناطہ کی تاریخ لکھی نیز امم عرب وعجم کے انساب پر ایک کتاب الشجرہ کے نام سے لکھی۔(۴۲)

فہارس کتب

فہارس کتب کی تدوین کا رجحان عربوں میں بکثرت پایا جاتا تھا۔ مرتبین فہارس کتب میں ابوبکر ابن خیر محمد بن خیر بن عمر بن خلیفہ (م ۵۷۵/۱۱۷۹ء) اشبیلیہ کا رہنے والا تھا۔ حدیث نحو، ادب اور اسمار کتب میں وسیع علم رکھتا تھا اس نے ایک فہرست کتب مرتب کی جس میں اس نے اپنے اساتذہ اور شیوخ کے احوال درج کئے ابن ابآر نے اس کے علم وفضل کی بہت تعریف کی ہے اور التکملہ کی تالیف میں اس کی کتاب سے استفادہ بھی کیا ہے۔(۴۳) اس کی کتاب فہرسہ ابن خیر(۴۴) مختلف علوم کی ان کتابوں کے اسمار پر مشتمل ہے جو اس نے پڑھیں اور ان اساتذہ و شیوخ کے اسماء و احوال ہیں جن سے اس نے تعلیم حاصل کی۔ یہ کتاب جغرافیائی ترتیب سے مدون کی گئی ہے۔ اور اس کی اہمیت کا اندازہ ان کتابوں کی تعداد اور مؤلفین کے اسمار سے ہوتا ہے جو اس کے علاوہ کسی دوسرے مرجع میں نہیں ہیں۔

اندلس میں مسلمانوں نے تقریباً آٹھ سو سال تک حکومت کی۔ یہ دور اندلس کی تاریخ کا سنہری دور ہے۔ اس میں مسلمانوں نے دیگر علوم کے ساتھ ساتھ تذکرہ نگاری کو بہت زیادہ

اہمیت دی۔ ممکن ہے کہ اس کا تکوینی سبب یہ ہو کہ اندلس کے نوشتۂ تقدیر میں یہ تھا کہ مسلمانوں کا وجود وہاں باقی نہ رہے چنانچہ قدرت نے اہل علم کو تذکرہ نگاری کی طرف متوجہ کر کے ان کے علمی اور تاریخی وجود کو بقائے دوام بخش دی ہے۔

حوالجات

۱۔ ابن الفرضی، تاریخ العلماء والرواۃ للعلم بالاندلس، القاہرہ ۱۹۵۴، نمبر ۱۳۹۸

۲۔ خولیان ریبرا نے اسپانوی ترجمہ کے ساتھ ۱۹۱۴ء میں شائع کی۔ دوبارہ مصر سے ۱۳۷۲ھ میں شائع ہوئی۔

۳۔ آنخل گنثالث بالنثیا، تاریخ الفکر الاندلسی (عربی ترجمہ، حسین مونس) القاہرہ ۱۹۵۵ء، ص ۲۶۷۔

۴۔ خولیان ریبرا، مقدمہ تاریخ قضاۃ قرطبہ۔

۵۔ تاریخ الفکر الاندلسی، ص ۲۰۰

۶۔ بالنثیا (تاریخ الفکر الاندلسی، ص ۲۶۷) نے غلطی سے یہ لکھ دیا ہے کہ ابن الفرضی نے ابن عبدالبر النمری سے استفادہ کیا ہے حالانکہ ابن عبدالبر النمری ابن الفرضی (۳۵۱-۴۰۳ھ) کا شاگرد اور زمناً متأخر ہے۔ اس غلطی کا سبب یہ ہے کہ ابن الفرضی نے تاریخ علماء الاندلس کے آغاز میں لکھا ہے کہ اس نے احمد بن محمد ابن عبدالبر کی تالیف سے استفادہ کیا ہے۔ لیکن وہ یقیناً النمری کے علاوہ کوئی دوسرا شخص ہے۔

۷۔ کشکیتان، قنبانیہ قرطبہ کا ایک قریہ ہے۔ یاقوت، معجم البلدان، بیروت، ج ۴ ص ۴۶۳

۸۔ ابن خلکان، وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان، ج ۳ ص ۱۰۵ - ۱۰۶۔

۹- ایضاً ابن بشکوال، الصلۃ فی تاریخ ائمۃ الاندلس، القاہرہ ۱۹۵۵، ص ۲۴۶، الضبی، بغیۃ الملتمس فی تاریخ رجال اہل الاندلس، طبع ریبرا ۱۸۸۴، نمبر ۸۸۸، المقری، نفح الطیب، بیروت ۲: ۱۲۹-۱۳۱ ابن سعید، المغرب فی حلی المغرب، القاہرہ ۱، ۱۰۳۔

۱۰- نفح الطیب، ۲: ۱۲۹، یہ کتاب ضائع ہو گئی۔

۱۱- اس کتاب کی ساتویں اور آٹھویں جلد مکتبہ عربیہ اسپانیہ میں محفوظ تھیں جہاں سے کودیرا نے ۱۸۹۱- ۱۸۹۲ میں شائع کیں بعد میں ۱۹۵۴ء میں قاہرہ سے طبع ہوئیں۔

۱۲- السیوطی، بغیۃ الوعاۃ فی طبقات اللغویین والنحاۃ، القاہرہ ۱۳۲۶، ص ۹۷۔

۱۳- ابن ابار، التکملہ، ۱۹۸، البغدادی، ایضاح المکنون، ۱: ۲۱۸۔

۱۴- ابن ابار، المعجم فی اصحاب القاضی الامام ابی علی الصدفی، میڈرڈ ۱۸۸۵- ۱۶۲

۱۵- ابن ابار، التکملہ لکتاب الصلۃ، القاہرہ ۱۹۵۶، ص ۹۷۴

۱۶- المقری، نفح الطیب، الفہارس العامۃ ۸: ۲۷ کی مدد سے مواضع متعددہ پہ الحجاری کا تذکرہ ہے۔

۱۷- ملاحظہ ہو شوقی ضیف، مقدمہ المغرب فی حلی المغرب، القاہرہ، نفح الطیب، الفہارس العامہ ۸: ۲۷

۱۸- ابن خلکان ۲: ۲۴۰- ۲۴۱، ابن فرحون، الدیباج المذہب، القاہرہ ۱۳۲۹، ۱۱۴۔

۱۹- ابن ابار، التکملہ، ۳۰۴

۲۰- لیفی پروفنسال نے ۱۹۳۸ میں شائع کی

۲۱- الفکر الاندلسی، ۲۷۶

۲۲- کودیرا اور ریبرا نے ۱۸۸۵ء میں شائع کی ہے۔

۲۳- حاجی خلیفہ نے کشف الظنون (ص ۱۷۹۲) میں لکھا ہے کہ الحمیدی نے ابن حیان (م ۴۶۹/۱۰۷۰) کی تصنیف المقتبس کی تلخیص لکھی ہے لیکن یہ بات درست نہیں کیوں کہ الحمیدی کی کتاب معجم ابجدی کے اعتبار سے علمار اندلس کے حالات پر ہے جو المقتبس سے مختلف انداز کی کتاب ہے۔ الحمیدی نے یہ کتاب بغداد میں اپنی اقامت کے دوران لکھی جہاں اسے اساسی مراجع میسر نہ تھے جس کی وجہ سے تراجم رجال اور تحدید تواریخ میں بکثرت اغلاط پائی جاتی ہیں۔

۲۴- نشر الثقافۃ الاسلامیہ، القاہرہ سے ۱۹۵۶ میں شائع ہوئی۔

۲۵- ابن ابار، التکملہ، مقدمۃ الکتاب۔

۲۶- بحوالہ تاریخ الفکر الاندلسی، ۲۷۹

۲۷- کودیرا نے ۱۸۸۴ میں شائع کی ہے۔

۲۸- بحوالہ تاریخ الفکر الاندلسی، ۲۷۹

۲۹- ابن ابار، التکملہ، نمبر ۹۱۹

۳۰- ایضاً، نمبر ۱۰۲۲

۳۱- ابن الخطیب، الاحاطہ فی اخبار غرناطہ، مصر ۱۳۰۵، ۱: ۶۷-۷۱، ابن فرحون، الدیباج المذہب، ۴۸-۵۰۔

۳۲- ابن ابار، التکملہ، ۲۵۳-۲۵۴

۳۳- ایضاً ۷۰۳، ۷۰۴، التنبکتی، نیل الابتہاج بتطریز الدیباج، القاہرہ ۱۳۲۹، ۲۲۱-۲۲۲

۳۴- ابن الخطیب، الاحاطہ، ۲: ۱۹۵- ۲۰۶

۳۵- البغدادی، ایضاح المکنون، ۲: ۱۵۵، ۶۸۸

۳۶- اخبار غرناطہ، ۲: ۱۹۵- ۲۰۶

۳۷- تاریخ الفکر الاندلسی، ۲۸۲

۳۸- مطبوعہ القاہرہ ۱۹۳۹- ۱۹۴۲

۳۹- بغداد سے ۱۹۳۹ میں شائع ہوئی

۴۰- ابن خلکان، ۱: ۴۸۲- ۴۸۳، نفح الطیب، ۶: ۲۵۸- ۲۷۷

۴۱- الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۴: ۲۰۸، ابن العماد، شذرات الذہب، ۵: ۱۸۱

۴۲- ابن ابار، التکملہ ۳۲۳- ۳۲۵، التنبکتی، ۲۲۸

۴۳- ایضاً، ۲۴۰ - ۲۴۲

۴۴- کودیرا اور ریبرا نے ۱۸۹۵ میں شائع کی ہے۔